صلۂ رحمی

ریحان اختر

موجودہ دور میں نفسانفسی اور مادیت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ رشتہ داروں کی خبرگیری کرنا، ضرورت کے وقت کام آنے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاندان کا شیرازہ بکھر رہا ہے اور معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار ہو رہا ہے۔ ایسے میں صلۂ رحمی کی ضرورت واہمیت پہلے سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ خاندان کی شیرازہ بندی ونگہداشت اوراس کے قیام وبقا کے لیے قرآن وسنت میں بہت سی تعلیمات وہدایات دی گئی ہیں۔ ان میں صلۂ رحمی کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ سطور ذیل میں قرآن مجید اور احادیث نبوی سے صلۂ رحمی کی اہمیت، اس کے دینی و دنیوی فوائد اور قطع رحمی کے دینی ودنیوی نقصانات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

لغوی تحقیق

صلۂ رحمی دولفظوں سے مرکب ہے: صلہ اور رحم۔ 'صلہ' کے معنی ہیں جوڑنا لیکن جب اس کے ساتھ 'رحم' کا استعمال ہو تو اس کے معنی بدل جاتے ہیں۔

وصل رحمہٗ کے معنی ہیں: نسب کے اعتبار سے جو رشتے دار قریب ہوں ان کے ساتھ مہربانی کرنا اور نرمی کا برتاؤ کرنا۔ (المنجد، ص ۲۵۲)

رحم، بطنِ مادر کے اس مقام کو کہتے ہیں جہاں جنین استقرار پاتا ہے اور اس کی نشوونما ہوتی ہے۔ مجازاً اسے رشتہ داری کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کے نام رحمن سے 'مشتق' ہے (الراغب الاصفہانی: المفردات فی غریب القرآن، ص ۱۴۷)۔ امام اصفہانی نے تائید میں ایک حدیث پیش کی ہے جس کا مضمون یہ ہے: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ہی اللہ ہوں اور میں ہی رحمن ہوں۔ میں نے رحم (رشتہ داری) کو پیدا کیا۔ میں نے اس کا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔ جو اس کو جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا، اور جو اس سے قطع تعلق کرے گا میں بھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔(ترمذی، باب ماجاء فی قطعیہ الرحم، ۹۰۷)

لغوی اعتبار سے 'رحم' کے معنی شفقت، رافت اور رحمت کے ہیں۔ جب یہ بندوں کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی شفقت و رافت کے ہوتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی رحمت کے ہوتے ہیں۔(لسان العرب، ابن منظور، ج۱۷، ص۲۳۰)

قرآن میں رشتہ داری کا مقام

اسلام نے رشتہ داری کو وہ بلند مقام دیا ہے جو پوری انسانی تاریخ میں کسی مذہب، کسی نظریے اور کسی تہذیب نے نہیں دیا۔ اس نے رشتوں کا پاس ولحاظ رکھنے کی وصیت کی ہے۔ قرآن کریم میں بہت سی آیات ہیں جو اسلام میں رشتہ داری کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ رشتہ داری کا احترام کرنے اور ان کے حقوق کی ادایگی پر ابھارتی ہیں، اور انھیں پامال کرنے اور ان پر ظلم و زیادتی کرنے سے روکتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط (النساء ۴:۱) اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ داری اور قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔

قرآن کریم میں قطع رحمی کا تذکرہ فساد فی الارض کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا باہم گہرا تعلق ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰہَ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ o فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ ط (محمد ۴۷:۲۱-۲۲)

مگر جب قطعی حکم دے دیا گیا اُس وقت وہ اللہ سے اپنے عہد میں سچے نکلتے تو انھی کے لیے اچھا تھا۔ اب کیا تم لوگوں سے اِس کے سوا کچھ اور توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر تم

اُلٹے منہ پھر گئے تو زمین میں پھر فساد برپا کرو گے اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے؟

سورۂ رعد میں ارشاد باری ہے:

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ (الرعد ۱۳:۲۵) اور جو لوگ اللہ کے عہد کو باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور اس چیز کو کاٹتے ہیں جسے اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن پر لعنت ہے، اور ان کے لیے برا انجام ہے۔

قرآن میں کفار کی فساد انگیزیوں کو مختلف پہلوؤں سے اجاگر کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک پہلو قطع رحمی بھی ہے۔ ارشاد ہے:

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ (البقرہ ۲:۲۷) جو اللہ تعالیٰ کے عہد کو اس کے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ محمد علی الصابونی نے لکھا ہے: ”جس چیز کے جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے مراد رشتہ اور قرابت ہے، اور جس چیز کو اہل کفر و فساد کے اوصاف میں توڑنے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد رشتہ داری کے تعلقات ختم کرنا اور نبی اور مومنین سے الفت و محبت کو ختم کرنا اور ان سے تعلق توڑنا ہے“ (صفوۃ التفاسیر، ج ۱، ص ۳۱)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان میں عدل اور احسان کے بعد تیسری چیز اہل قرابت کے حقوق کی ادایگی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۗئِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل ۱۶:۹۰) اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور صلۂ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

صلۂ رحمی کا حکم احادیث میں

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت سے سرفراز ہونے سے قبل ہی سے صلۂ رحمی پر عمل پیرا تھے۔ اس کا ثبوت ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گواہی ہے کہ غارحرا میں جبرائیلؑ نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی سنائی اور نبوت کا بار آپؐ پر ڈالا گیا۔ اس کی وجہ سے آپؐ پر ایک اضطراری کیفیت طاری تھی۔ آپؐ گھر تشریف لائے، اور جو واقعہ پیش آیا تھا اس سے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا اور کہا کہ مجھ کو اپنی جان کا خوف ہے۔ اس وقت آپؐ کو تسلی دیتے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جو باتیں کہیں وہ یہ تھیں: ''ہرگز نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رنجیدہ نہیں کرے گا، کیوں کہ آپ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، بے سہاروں کا سہارا بنتے ہیں، محتاجوں کے لیے کماتے ہیں، مہمانوں کی تواضع کرتے ہیں۔ ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہیں''۔ (بخاری، باب بداء الوحی: ۳)

صلۂ رحمی ،شریعت اسلامی کے بنیادی اصولوں میں سے ہے جس کے ساتھ یہ دین روزِ اوّل ہی سے دنیا والوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ اس کی تائید ہرقل کے ساتھ ابوسفیان کی گفتگو سے بھی ہوتی ہے۔ صلح حدیبیہ (۶ ہجری) کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سلاطین کے پاس خطوط ارسال کیے جن میں انھیں اسلام کی دعوت دی۔ جب آپؐ کا نامہ مبارک ہرقل کے پاس پہنچا تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جاننے کی غرض سے اپنے درباریوں سے کہا کہ مکہ کے کسی آدمی کو دربار میں پیش کرو۔ انھوں نے ابوسفیانؓ کو (جن کو اس وقت تک قبول اسلام کی سعادت نہیں ملی تھی)، دربار میں پیش کیا۔ ہرقل نے ان سے بہت سے سوالات کیے اور ایک سوال یہ بھی کیا کہ تمھارے نبی تمھیں کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیانؓ نے جواب دیا: وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، صلۂ رحمی، پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ (مسلم)

اس حدیث سے بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صلۂ رحمی اس دین کی ممتاز خصوصیات میں سے ہے جن کے بارے میں دین کے متعلق پہلی مرتبہ پوچھنے والے کو آگاہ کیا جاتا ہے۔

سیدنا عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، اس میں اسلام کے جملہ اصول وآداب بیان کیے گئے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ یہ آغازِ نبوت کا زمانہ تھا۔ میں نے عرض کیا: آپ کیا ہیں؟ فرمایا: نبی ہوں۔ میں نے عرض کیا: نبی کسے کہتے ہیں؟ فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو کیا چیز دے کر بھیجا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے رشتوں کو جوڑنے اور بتوں کو توڑنے کے لیے بھیجا ہے اور اس بات کے لیے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھا جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔(مسلم، باب اسلام، عمرو بن عنبسہ ۱۹۳۰)

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اسلام کے اہم اصول و مبادی کی تشریح کرتے ہوئے صلہ رحمی کو مقدم رکھا ہے۔ اس سے دین میں صلۂ رحمی کے مقام و مرتبہ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول مجھے ایسا عمل بتایئے جس سے میں جنت میں داخل ہوجاؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو'' (بخاری، باب فصل صلۃ الرحم، ۵۹۸۳)۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، توحید، نماز اور زکوٰۃ کے ساتھ ہی صلۂ رحمی کا تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلۂ رحمی کا شمار بھی ان اعمال میں ہوتا ہے جو انسان کو جنت کا مستحق بناتے ہیں۔

قطع رحمی کی مذمت

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جنت میں قطع رحمی کرنے والا نہیں جائے گا'' (بخاری، باب اثم القاطع، ۵۹۸۳)۔ قطع رحمی کرنے والے کی محرومی اور بدبختی کے لیے اللہ کے رسولؐ کی یہی وعید کافی ہے۔

صلۂ رحمی کرنے والے سے اللہ تعالیٰ کا تعلق مضبوط ہوتا ہے اور قطع رحمی کرنے والے سے اللہ کا تعلق ٹوٹ جاتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رحم (رشتہ داری) رحمن سے بندھی ہوئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا، اور جو تجھے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا''۔(بخاری، ۵۹۸۴)

قطع رحمی کرنے والے پر آخرت سے قبل دنیا ہی میں گرفت ہوتی ہے۔ ایک حدیث کے مطابق: ''دوسرے گناہوں کے مقابلے میں بغاوت اور قطع رحمی ایسے گناہ ہیں کہ ان کے ارتکاب کرنے والے کو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں عذاب دیتا ہے آخرت میں ان پر جو سزا ہوگی وہ تو ہوگی ہی''۔(ترمذی، باب فی عظم الوعید علی البغی وقطیعۃ الرحم، ۲۵۱۱)

صلۂ رحمی کے درجات

ایک متقی اور باشعور مسلم اسلامی تعلیمات کے مطابق صلۂ رحمی کرتا ہے۔ جس ذات باری نے اس تعلق کو قائم کیا ہے اسی نے اہمیت اور قرابت کے مطابق اس کی درجہ بندی بھی کی ہے۔ چنانچہ پہلا درجہ والدین کا قرار دیا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں والدین کے ساتھ سلوک کرنے کو مستقل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری ہے:

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ (بنی اسرائیل ۱۷:۲۳) اور تیرے پروردگار نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو مگر صرف اس کی اور ماں باپ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرو۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ (العنکبوت ۲۹:۸) اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم کیا ہے۔

سورۂ لقمان میں ارشاد باری ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ (لقمان ۳۱:۱۴) اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہنچانے کی خود تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اُٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے۔ (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا، میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

اس آیت میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جہاں تک شکر گزاری اور خدمت کا تعلق ہے تو اس کی ہدایت ماں باپ دونوں کے لیے فرمائی گئی ہے لیکن قربانیاں اور جاں فشانیاں، حمل، ولادت اور

رضاعت صرف ماں کی گنوائی گئی ہیں، باپ کی کسی قربانی کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے۔(الجامع لاحکام القرآن، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی، ج ۱۴، ص، ۶۴)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تمھاری ماں۔ اس نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: تمھاری ماں۔ اس نے دریافت کیا: پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تمھارا باپ۔ ایک دوسری روایات میں باپ کے بعد قریبی رشتہ دار کا بھی تذکرہ ہے‘‘۔(مسلم، باب بر الوالدین وایھما احق بہ ۲۵۴۸)

صلۂ رحمی میں کوئی تفریق نہیں

دین اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ مسلمان صرف ان رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کریں جوان کے ساتھ بھی صلۂ رحمی کریں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ان رشتہ داروں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ اور صلۂ رحمی کرنے کا حکم دیتا ہے جو ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’صلۂ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو احسان کا بدلہ احسان سے ادا کرے، بلکہ صلۂ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلۂ رحمی کرے‘‘۔(بخاری، کتاب الادب، باب لیس الواصل بالمکافی، ۵۹۹۱)

اسلام نے غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنے پر زور دیا ہے، ارشاد باری ہے:

وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (لقمان ۱۵:۳۱) اگر وہ تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھیرائے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا۔

اس آیت کی تفسیر میں امام قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کافر والدین کے ساتھ صلۂ رحمی کی جائے۔ اگر وہ غریب ہوں تو انھیں مال دیا جائے، ان کے ساتھ ملائمت کی

بات کی جائے، انھیں حکمت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جائے (الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۴، ص ۶۵)

حدیث میں بھی غیر مسلموں سے صلۂ رحمی کی تلقین ملتی ہے: حضرت اسما بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری ماں عہد نبویؐ میں میرے پاس آئیں، جب کہ وہ مشرک تھیں۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں میرے پاس آئی ہیں، اور وہ مجھ سے کچھ امید رکھتی ہیں، تو کیا میں ان کے ساتھ صلۂ رحمی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں، تم اپنی ماں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو''۔ (مسلم کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین، ۲۳۲۵)

صلۂ رحمی کا مطلب بے جا طرف داری نہیں

شریعت میں صلۂ رحمی پر بہت زور دیا گیا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کی بے جا طرف داری کی جائے، رشتہ داروں کو ہر صورت میں فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جائے، اگرچہ وہ حق پر نہ ہوں، اور ان کے ساتھ ہمدردی کی جائے اگرچہ وہ ظالم کیوں نہ ہوں۔ دین اسلام اس کی تعلیم نہیں دیتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں خاص طور پر اس پر تنبیہ کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ (المائدہ ۵:۲) ایک دوسرے کی نیکی اور تقویٰ میں مدد کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ (النساء ۴: ۱۳۵) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علَم بردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگرچہ تمھارے انصاف اور تمھاری گواہی کی زد خود تمھاری اپنی ذات پر یا تمھارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مال دار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی

خواہشِ نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو۔ اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔

سورۂ انعام کی آیت ملاحظہ ہو:

وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (الانعام ۶:۱۵۲) جب بات کہو تو انصاف کی کہو، اگرچہ معاملہ اپنے رشتہ دار کا کیوں نہ ہو، اور اللہ سے جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو، اس کا اللہ تعالیٰ نے تمھیں حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔

اس طرح اسلام نے صلۂ رحمی کے نام پر ناانصافی و اقربا پروری پر روک لگادی ہے۔ صلۂ رحمی کا مطلب یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بغیر کسی کا حق تلف کیے ہوئے ان کے دُکھ درد میں شریک رہا جائے، اور اپنی طرف سے ہوسکے تو ان کی مدد کی جائے۔

صلۂ رحمی کی صورتیں

صلۂ رحمی کا مفہوم بہت زیادہ وسیع ہے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ رشتہ داری پر مال خرچ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ (البقرہ ۲:۲۱۵) ''آپ کہیے فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو تو وہ ماں باپ رشتہ داروں کے لیے''۔ دوسری جگہ یہ تصریح فرمائی گئی کہ مال و دولت کی محبت اور ذاتی ضرورت اور خواہش کے باوجود صرف خدا کی مرضی کے لیے خود تکلیف اٹھا کر اپنے قرابت مندوں کی امداد اور حاجت روائی اصل نیکی ہے۔ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى (البقرہ ۲:۱۷۷) ''جس نے اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں کو دیا''۔

صلۂ رحمی رشتہ داروں کے ساتھ ملاقاتوں سے بھی ہوتی ہے جس سے قرابت کے رشتے مضبوط ہوتے ہیں، محبت کے تعلقات پایدار ہوتے ہیں، اور باہم رحم و ہمدردی اور مودت میں اضافہ ہوتا ہے۔ صلۂ رحمی رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی، خیرخواہی، تعاون کے ذریعے ہوتی ہے۔ گاہے بگاہے تحائف سے نوازنے، دعوت مدارت کرنے اور ان کی خدمت اور مزاج پرسی کرنے اور خندہ پیشانی سے ملاقات کرنے سے۔ اس کے علاوہ ان تمام اعمال سے ہوتی ہے جن سے محبت

کے سوتے پھوٹتے ہیں اور رشتہ داروں کے درمیان الفت ومحبت کے جذبات موجزن ہوتے ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں صلۂ رحمی پر زور دیا ہے اور اس کے لیے ایسی شکلیں بتائی ہیں جن میں کوئی زحمت، پریشانی ،اور تکلیف نہیں۔ فرمایا: ''اپنے رشتوں کو تازہ رکھو خواہ سلام ہی کے ذریعے سے''۔(الموسوعۃ الفقہیہ بحوالہ مجمع الزوائد: ۸/ ۱۵۲)

صلۂ رحمی کے دینی و دنیوی فوائد

رشتہ داری کا پاس ولحاظ رکھنے سے رب العالمین کے احکام کی بجا آوری کے علاوہ بہت سے روحانی ومادی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں زیادہ اجروثواب ملتا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''صدقہ مسکین پر صرف صدقہ ہے، اور رشتہ دار پر کرنے کی وجہ سے دہرا اجر ملتا ہے، ایک صدقہ کرنے کا، دوسرے صلۂ رحمی کا''۔(ترمذی، باب ماجا فی الصدقۃ علی ذالقربۃ ۶۵۸)

اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے عمر میں درازی اور رزق میں وسعت ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی موت میں تاخیر اور عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے''(مسلم، باب صلۃ الرحم وتحریم قطعیتھا ۶۵۲۳)

اس حدیث کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان نیک اعمال سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔ لیکن اس کی توجیہہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ انسان کے خانگی مسائل اور تنازعات اس کے لیے تکدر اور پریشانی کا سبب ہوتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آتے ہیں، ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے ہیں، اس کی وجہ سے ان لوگوں کے لیے اعصابی تناؤ سے آزاد ایک ایسا ماحول پیدا ہوجاتا ہے جو پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے بڑا سازگار ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اعصابی تناؤ جو زندگی کی مدت کم کر دیتا ہے قطع رحمی کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ صلۂ رحمی سے انسان بہت سے ان اجتماعی مسائل سے جو آج کے مغربی معاشرے کی پہچان بن گئے ہیں چھٹکارا پایا جاسکتا ہے۔

مغربی معاشروں میں خاندان کے بوڑھے افراد ایک بوجھ ہوتے ہیں چنانچہ انھیں 'بوڑھوں کے گھر' (old age homes) کے حوالے کر دیا جاتا ہے جہاں وہ خوشیوں بھری زندگی سے محروم کسمپرسی کی حالت زار میں زندگی گزارتے ہیں۔ صلۂ رحمی سے محروم ان افراد کے بیٹے سال میں ایک بار 'یومِ مادر' (Mother day) 'یوم والدین' (Parents day) منا کر اور چند رسمی تحائف دے کر اُن بے پایاں احسانات سے سبکدوش ہو جاتے ہیں جو ان والدین نے ان کے ساتھ کیے تھے۔ صلۂ رحمی سے آشنا اسلامی معاشرہ ان کو بوجھ سمجھنے کے بجاے ان کی خدمت کو جنت کے حصول اور ان کی رضا کو خدا کی رضا کے حصول کا سبب سمجھتا ہے۔

اسی طرح مغربی معاشروں میں یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے لیے 'یتیم خانے' قائم کیے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام میں یتیموں کی دیکھ بھال اور کفالت پر بڑا زور دیا گیا ہے، اور یہ حکم دیا گیا کہ ایسے بچوں کو ان کے قریبی رشتہ دار اپنے خاندان کے افراد میں شامل کر لیں اور ان کے ساتھ اپنے بچوں جیسا معاملہ کریں۔

بیواؤں کے لیے مغربی معاشرے میں بیواؤں کے گھر بنائے گئے ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام میں بیواؤں کے نکاح ثانی اور ان کے اخراجات کی ذمہ داری ان کے عزیز و قریب رشتہ داروں پر عائد کی ہے۔ ان کو اس قسم کے خیراتی ادارے کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جاتا ہے۔

اسلام جس نے صلۂ رحمی پر اس قدر زور دیا ہے، مقامِ افسوس ہے کہ آج مسلمان اور مسلم معاشرے مغربی تہذیب اور مادیت سے متاثر ہو کر، اسلامی معاشرے کی اس نمایاں خصوصیت اور اخلاقی قدر سے غفلت برتتے نظر آتے ہیں۔ نفسانفسی بڑھ رہی ہے۔ معاشرہ انتشار سے دوچار ہے۔ خاندان کا شیرازہ بکھر رہا ہے اور انتشار و افتراق کی وجہ سے گھر برباد ہو رہے ہیں۔ لوگ افلاس اور بے بسی کے ہاتھوں مجبور ہو کر خودکشی جیسے گناہ کے مرتکب ہونے لگے ہیں جس کا مسلم معاشرے میں کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مغربی طرزِ معاشرت کی طرح والدین کو بوجھ سمجھا جانے لگا ہے اور اب 'بوڑھوں کے لیے گھر' بھی بنائے جانے لگے ہیں۔ اگر صلۂ رحمی جیسی اساسی معاشرتی قدر کو مسلمانوں نے مضبوطی سے نہ تھاما تو مادیت کی دوڑ کے نتیجے میں خود ہمارا معاشرہ بھی معاشرتی انتشار کا شکار ہو کر مغرب کی طرح معاشرتی مسائل سے دوچار ہو سکتا ہے۔

ریحان اختر علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ میں شعبۂ سنی دینیات میں ریسرچ اسکالر ہیں۔